پاکستان کا جہاد کلچر

جیسیکا سٹرن*

ترجمہ: سید محمد قاسم

امریکی محکمہ خارجہ کی ایک تازہ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ اب دہشت گردی کا عالمی مرکز مشرق وسطیٰ سے جنوبی ایشیا منتقل ہو گیا ہے۔ اگرچہ اکثر لوگ مذہبی عسکریت پسندی کو مشرق وسطیٰ اور افغانستان سے منسوب کرتے ہیں لیکن مغربی دنیا کو اس حوالے سے پاکستان کا نام کم ہی معلوم ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عسکریت پسند کشمیر کے اندر ہی متحرک ہیں اور جنوبی ایشیا سے باہر کسی کی سلامتی کے لیے خطرہ نہیں ہیں۔ پاکستان کے چیف ایگزیکٹو جنرل پرویز مشرف انہیں "حریت پسند" قرار دیتے ہیں اور مغربی دنیا کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ "جہاد" اور "دہشت گردی" میں فرق کرے۔ فوجی حکمران جنرل پرویز مشرف یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں۔ جہاد کا نظریہ جنگ کا قابل قبول رویہ ہے اور دہشت گردی واضح طور پر غیر قانونی ہے۔ لیکن عسکری گروہوں کی سرگرمیوں کے بارے میں ان کی سوچ درست نہیں ہے۔ کشمیر کی اس لڑائی میں بھارتی فوج اور پاکستانی حریت پسند مجاہدین دونوں ہزاروں بے گناہ شہریوں کو قتل کر رہے ہیں اس طرح وہ اسلام کی "برحق جنگ" کے اصول، روایات اور بین الاقوامی قانون کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔

پاکستان دو وجوہات سے ان نام نہاد مجاہدین کی حمایت کر رہا ہے۔

۱۔ پاکستانی فوج بھارت سے ۱۹۷۱ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کا بدلہ چکانا چاہتی ہے جو اب بنگلہ دیش کی صورت میں موجود ہے۔

۲۔ بھارت پاکستان کو پست قامت اور کمزور ثابت کرنے پر تلا رہتا ہے، جو آبادی، معاشی اور جنگی

---

* Jessica Stern, "Pakistans Jihad Culture", *Foreign Affairs*, Nov Dec. 2000, PP. 115-126.

قوت کے لحاظ سے بھارت سے کمزور ہے۔اس مقصد کے لیے بھارت نے ۱۹۹۸ء میں اپنی مجموعی داخلی پیداوار کا ۲ فیصد (۴۶۹ ارب ڈالر) جنگی منصوبوں پر خرچ کیا، جس میں گیارہ لاکھ نفوس پر مشتمل فوج بھی شامل ہے۔اسی برس پاکستان نے اپنی مجموعی قومی پیداوار کا ۵ فیصد جو ۶۱ ارب ڈالر کے قریب ہے، اپنے جنگی منصوبوں پر خرچ کیا، جس میں بھارتی فوج کی تعداد کے نصف کے برابر افراد پر مشتمل فوج بھی شامل ہے۔امریکی حکومت کا اندازہ ہے کہ بھارت نے کشمیر میں چار لاکھ فوج تعینات کر رکھی ہے جو پاکستان کی مجموعی سرگرم فوج کے دو تہائی سے زیادہ ہے۔لہٰذا پاکستانی حکومت بھارتی فوج کا مقابلہ کرنے کے لیے نسبتاً سہل اور سستا راستہ اختیار کرتے ہوئے بے قاعدہ لشکروں کی حمایت کرتی ہے۔

اس میں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں مجاہدین کے داخل ہونے کا محدود راستہ فراہم کرنا بھی شامل ہے۔ یہ بات پاکستانی افسران کسی حد تک غیر سرکاری طور پر تسلیم کرتے ہیں۔امریکہ سمجھتا ہے کہ پاکستان ان بے قاعدہ لشکروں کو امداد، تربیت اور اسلحہ فراہم کرتا ہے۔ بھارت الزام لگاتا ہے کہ پاکستان اس طریقے سے انہیں غیر سرکاری چھاپہ ماروں کے طور پر استعمال کرتا ہے جو بھارت میں قتل اور دہشت گردی کی کارروائیاں کرتے ہیں۔اس کے برعکس پاکستان کی حکومت بھارت کی انٹیلی جنس ایجنسیوں پر پاکستان میں دہشت گردی کی کارروائیوں کے ذریعے اور سینکڑوں شہریوں کے قتل کا الزام لگاتی ہے۔پاکستان اور مذکورہ عسکری تنظیموں کے مقاصد میں مکمل ہم آہنگی نہیں ہے۔جب وہ کشمیر میں بھارتی فوج سے لڑتے ہیں تو پاکستان کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے لیکن جب وہ بھارت میں دہشت گردی اور قتل میں ملوث ہوتے ہیں تو وہ عالمی قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ایسے جرائم سے پاکستان کی بیرونی ساکھ جو پہلے ہی بری طرح متاثر ہے مزید خراب ہوتی ہے۔

کشمیر میں لڑنے والے عسکریت پسند جن کی پاکستان حمایت کرتا ہے اور ملک میں دہشت گردی کرنے والے فرقہ پرست گروہ جن پر قابو پانے کی کوشش کا دعویٰ کیا جاتا ہے، دونوں نے مل کر کشمیر میں امن کے امکانات کو تاریک کیا ہے۔اس سے پاکستان کی عالمی ساکھ تباہ ہوئی۔ بھارت سے کشیدگی میں اضافہ سے اسلام کی تنگ نظری اور جارحیت پسندی کا تاثر ابھرتا ہے۔ یہ سب پاکستان کے مفادات کے خلاف ہے۔

کشمیر پر جنگ اور تنازعہ کی تاریخ اتنی ہی طویل ہے جتنی کہ دونوں ممالک کی اپنی تاریخ ہے۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں وجود میں آیا تو ہندوستان کی مسلم اکثریتی ریاستوں کو اختیار تھا کہ وہ بھارت یا پاکستان میں سے کسی ایک کے ساتھ الحاق کر لیں۔ مسلم اکثریتی ریاست جموں وکشمیر کے ہندو مہاراجہ نے بھارت سے الحاق کا اعلان کر دیا جس سے پوری ریاست میں بغاوت پھیل گئی۔ پاکستان نے اس بغاوت کی حمایت میں اپنی فوج بھیج دی۔ اقوام متحدہ کی مداخلت پر ۱۹۴۹ء میں جنگ بندی عمل میں آئی لیکن حکومت پاکستان نے چھاپہ مار رضا کاروں کی حمایت اور امداد خفیہ طور پر جاری رکھی۔ آج کی طرح پاکستان نے اس وقت بھی یہ مؤقف اختیار کیا کہ وہ ان رضا کاروں، چھاپہ ماروں کو کنٹرول نہیں کر سکتا اور نہ ہی یہ مجاہدین سمجھوتے کے پابند ہیں۔ البتہ جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی نے کہا کہ مجاہدین نجی حیثیت میں جہاد کا اعلان کرنے کے مجاز نہیں ہیں*۔ ۱۹۴۸ء کی جنگ بندی کے بعد کشمیر میں علیحدگی کی تحریک چلانے کی بہت کوششیں کی گئیں یہ کوششیں کئی دفعہ ناکامی کا شکار ہوئیں تاہم ۱۹۸۰ء میں جب علیحدگی کی تحریک شروع ہوئی تو یہ زیادہ تر کشمیر کے اندر سے شروع ہونے والی تحریک تھی۔ بھارتی حکام اعتراف کرتے ہیں کہ وہ علاقے میں ایسی تحریک پیدا ہونے کے خود ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے کشمیر کے اقتصادی مسائل، بڑھتی ہوئی بدعنوانی، انتخابات میں دھاندلی اور آئین کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کشمیر کی داخلی سیاست میں بے جا مداخلت کر کے حالات خراب کیے۔

ایک امریکی دانشور پروفیسر گنگولی کے مطابق ۱۹۸۷ء کے ریاستی انتخابات میں دھاندلی، کشمیریوں کے ساتھ توہین آمیز سلوک کے تسلسل کا فطری نتیجہ تھا جو ۱۹۸۹ء میں علیحدگی کی تحریک کی صورت

---

* اگست ۱۹۴۸ء میں مولانا مودودی مرحوم نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے یہ وضاحت کی کہ پاکستانی باشندوں کے لیے مجاہدین کشمیر کی مالی، طبی، انسانی امداد کے علاوہ ان کو ہتھیار فراہم کرنا شرعاً جائز اور غلامی سے آزادی کی جدوجہد میں ہر ممکنہ امداد فریضہ ہے لیکن جب تک حکومتِ پاکستان اور ہند کے درمیان معاہدانہ تعلق قائم ہے براہِ راست جنگی کارروائی کے لیے شرعاً ان معاہدات سے دستبرداری ضروری ہے۔ اس کی منفی تعبیر جماعت کے سیاسی مخالفین خصوصاً مسلم لیگ نے یہ کی کہ گویا مولانا جہادِ کشمیر میں پاکستانیوں کی شرکت کو غلط سمجھتے ہیں۔ مولانا مودودی نے اس کی تردید روزنامہ "قاصد" میں اگست ۱۹۴۸ء میں کر دی تھی جو اسی پرچے میں دوبارہ ۱۸ ستمبر ۱۹۵۰ء کو بھی شائع ہوئی۔ (مدیر)

میں ظاہر ہوا۔ ۱۹۹۱ء میں پاکستانی شہریوں اور افغانستان کی جنگ کے تربیت یافتہ مجاہدین نے کشمیریوں کا ساتھ دیا۔ اس طرح جو تحریک کشمیر کے اندر سے شروع ہوئی وہ آہستہ آہستہ ایک اسلامی تحریک کی صورت اختیار کر گئی جس کا مقصد پورے جموں و کشمیر کو پاکستان کا حصہ بنانا ہے۔ اب حزب المجاہدین گروپ جسے جماعت اسلامی نے بنایا اور پاکستان حکومت اس کی کسی حد تک مالی امداد کرتی ہے، کشمیر میں سیکولر تحریک کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔ بھارتی حکومت کا اندازہ ہے کہ کشمیری مجاہدین میں چالیس فیصد پاکستانی یا افغان مجاہدین شامل ہیں جبکہ ۸۰ فیصد مجاہدین بیس برس سے کم عمر کے نوجوان ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد تین سے چار ہزار کے درمیان ہے۔

ان کی تعداد کچھ بھی ہو، لشکر طیبہ کے لوگ ہوں یا حزب المجاہدین سے تعلق رکھتے ہوں، ان سے بین الاقوامی سلامتی، علاقائی استحکام اور خود پاکستان کو خطرہ لاحق رہے گا۔ فی الوقت تو ان کا ایجنڈا کشمیر کو آزاد کرانا ہے لیکن بعد ازاں وہ پاکستان کو حقیقی اسلامی ریاست بنانے کے لیے زور دیں گے۔ پاکستان ان مجاہدین کو بھارت کو جامے میں رکھنے کے لیے ایک سستے ذریعے کے طور پر اختیار کیے ہوئے ہے، بالآخر یہ پاکستان کے لیے ایک گھمبیر خطرہ بن جائے گا۔

نفرت کی درسگاہیں

دیگر ترقی پذیر ممالک کی طرح پاکستان میں بھی منظم تعلیم کا فقدان ہے۔ عالمی بنک کی رپورٹ کے مطابق صرف ۴۰ فیصد پاکستانی خواندہ ہیں۔ اکثر دیہاتوں میں سکول ہی نہیں ہیں۔ جبکہ مدرسے ملک میں ہر جگہ موجود ہیں، جو نہ صرف طلبہ کو مفت تعلیم دیتے ہیں بلکہ انہیں روٹی، کپڑا اور رہائشی سہولتیں بھی مفت مہیا کرتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کے پسماندہ علاقوں میں یہ مدرسے سنی فرقہ پرست سیاسی جماعت سپاہ صحابہ کے زیر اثر ہیں جس کے بارے میں شنید ہے کہ وہ اپنے طلبہ کے علاوہ ان کے والدین کو بھی مالی امداد فراہم کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بچوں کو ان مدرسوں میں بھیجیں۔ جنرل ضیاء الحق نے اپنے دور حکومت میں ان مدرسوں کی مالی طور پر حوصلہ افزائی کی اور انہیں افغان جنگ کے لیے تیار کیا۔ ان مدرسوں کی زکوٰۃ فنڈ سے امداد کی جاتی تھی۔ اب زیادہ تر مدرسے اہل ثروت تاجروں، صنعت کاروں کی امداد اور تعاون سے چلتے ہیں جو ملک کے اندر یا باہر بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ اسی طرح خلیجی ریاستیں، سعودی عرب اور ایران کی

سرکاری نیم سرکاری، اور نجی فلاحی تنظیمیں بھی ان کی امداد کرتی ہیں۔ کسی ریاستی سرپرستی کے بغیر یہ مدرسے دین اسلام کے ایک محدود تصور کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اکثر مدرسے محض مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ ریاضی، سائنس اور دیگر ایسے علوم جو جدید معاشرے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتے ہیں، انہیں نظر انداز کیا جاتا ہے۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ۱۹۶۰ء میں اپنی کتاب ''اسلامی ریاست کا پہلا اصول'' میں واضح کیا ''جو لوگ مذہبی تعلیم کا راستہ اختیار کیے ہوئے ہیں اور جدید علوم و فنون کو نظر انداز کر رہے ہیں وہ آئندہ جدید دور کے مسائل سمجھنے اور عوام کی راہنمائی کرنے سے عاری ہوں گے۔'' اس سے بھی زیادہ بری صورت حال یہ ہے کہ مذہبی مدرسے ''جہاد'' کے مفہوم کو سمجھے بغیر ہی جہاد کی تعلیم اور تبلیغ کر رہے ہیں۔

وہ اپنی جہاد کی تعلیم کو (جسے اکثر علماء کرام حق و انصاف اور بنیادی طور پر نفس کو پاک کرنے کی جدوجہد قرار دیتے ہیں) براہ راست چھاپہ مار جنگ سے جوڑ دیتے ہیں۔ یہ درس گاہیں اپنے فارغ التحصیل طلبہ کے روزگار کا بندوبست کرنے کی بھی کوشش کرتی ہیں کیونکہ یہ طلبہ دنیاوی تعلیم و تربیت سے عاری ہونے کی بنا پر عملی زندگی اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوتے۔ ملک کے دس سے پندرہ فیصد افراد ان مدرسوں میں ایسے انتہا پسندانہ خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔

ایک دفعہ پاکستان کے وزیر داخلہ معین حیدر نے اس پر یوں تبصرہ کیا تھا کہ ''اسلام کی جو قسم یہ مدرسے متعارف کرا رہے ہیں اس میں پاکستان کے لیے کوئی بھلائی اور خیر نہیں ہے۔ مذہبی تعلیم کے لبادے میں کچھ لوگ فرقہ پرستی اور لوگوں کے دل و دماغ میں نفرت کا زہر بھر دینے میں مصروف ہیں۔''

جون میں وزیر داخلہ نے مدرسوں میں اصلاحات کے منصوبے کا اعلان کیا جس کے ذریعے تمام مدرسوں کو رجسٹرڈ کرنا، ان کے نصاب تعلیم کو وسیع کرنا، ان کے مالی وسائل کا پتہ چلانا، غیر ملکی طلبہ کو مدرسوں میں داخل کرنے سے پہلے حکومت سے اجازت حاصل کرنا اور طلبہ کو مجاہدین کے تربیتی کیمپوں میں بھیجنے پر پابندی عائد کرنا شامل ہے۔

یہ کوئی پہلا موقع نہیں جب پاکستان حکومت ایسی اصلاحات کی کوشش کر رہی ہے۔ معین حیدر کی یہ اصلاحات بھی کامیابی سے ہم کنار نہیں ہو رہیں۔ اس کی ایک وجہ حکومت کی بے توجہی اور دوسری مدرسوں کی جانب سے مزاحمت ہے۔ پاکستان میں چالیس پچاس ہزار مدرسوں میں سے صرف چار ہزار تین سو

پچاس مدرسے رجسٹرڈ ہیں اور بدستور طلبہ کو مجاہدین کے تربیتی کیمپوں میں بھیج رہے ہیں حالانکہ ان کے والدین نے انہیں اس کی اجازت نہیں دی۔ مدرسوں کے مہتمم اپنے نصاب تعلیم میں کسی قسم کا ردو بدل کرنے یا اس میں وسعت پیدا کرنے کے خلاف ہیں۔ مدرسوں کا یہ نصاب ۱۲۰۰ برس قبل عراق میں ترتیب دیا گیا تھا۔ دارالعلوم حقانیہ کے مہتمم نے کہا کہ حکومت نصاب کی توسیع کے بہانے مدرسوں کی روح کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ سپاہ صحابہ کے راہنما مجیب الرحمٰن انقلابی کہتے ہیں کہ ''وزیر داخلہ معین حیدر کا منصوبہ اسلام مخالف ہے۔ جن ملکوں میں بھی حکومت نے مدرسوں کا کنٹرول سنبھالا وہاں جہاد کا انجن تباہ ہو گیا۔ مصر، اردن کی مثال سامنے ہے۔ امریکہ کا یہ خیال درست ہے کہ جہاد کی سپلائی لائن مدرسے ہیں۔''

جہاد ـــــ بین الاقوامی ادارہ

مدرسے اگر جہاد کی افرادی قوت فراہم کرتے ہیں تو دولت مند پاکستانی اور عرب لوگ اس کے لیے سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ عیدالضحیٰ کے تہوار پر قربانی کی کھالیں جہاد کے لیے عطیہ کی جاتی ہیں۔ مجاہد تنظیمیں کھالوں کی آمدنی کو کشمیر کے جہاد میں خرچ کرنے کے لیے عطیہ کے طور پر حاصل کرتی ہیں جو ان کی آمدنی کا نمایاں ذریعہ ہے۔ مدرسوں اور مجاہد تنظیموں کو نامعلوم افراد کی طرف سے بنک اکاؤنٹس میں بھاری رقوم وصول ہوتی ہیں۔ اہل حدیث فرقہ کی جہادی تنظیم لشکر طیبہ انٹرنیٹ کے ذریعے چندہ جمع کرنے کی مہم چلاتی ہے۔ لشکر طیبہ اور مرکز دعوت والارشاد سعودی عرب سے اپنے ہم خیال وہابیوں سے بھاری چندے حاصل کرتے ہیں اور اب یہ تنظیم مبینہ طور پر اپنا بنک قائم کرنے پر بھی غور کر رہی ہے۔ انفرادی طور پر مجاہدین لوگوں کے عطیات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ پاکستانی صحافی احمد رشید کے مطابق وہ لوگ اس لوٹ مار میں شریک ہونے کے لیے اس میں شامل ہوتے ہیں۔ ایک مجاہد نے بتایا کہ اسے پندرہ ہزار روپے ماہانہ حاصل ہوتے ہیں۔ وہ ایک درمیانے درجے کا مجاہد ہے۔ یہ عام پاکستانی سے سات گنا زیادہ کما رہا ہے۔ عسکری تنظیموں کے اعلیٰ رہنما اس سے بھی زیادہ کما رہے ہیں۔ ایک عسکری تنظیم کے لیڈر کے گھر جانے کا موقع ملا۔ یہ گھر قیمتی فرنیچر اور آرائش وزیبائش کا نمونہ تھا اور نوکر چاکر خدمت پر مامور تھے۔ بظاہر مجاہدین کو معمولی تنخواہ ملتی ہے لیکن کوئی معرکہ سر کرنے پر انہیں بھاری انعامات سے نوازا جاتا ہے۔

امریکہ اور سعودی عرب ۱۹۸۶ء سے ۱۹۸۹ء کے دوران پاکستان اور افغانستان میں ساڑھے تین

ارب ڈالر سالانہ افغان جہاد کے لیے فراہم کرتے رہے۔ ایک دانشور اقبال احمد اسے ''جہاد کی بین الاقوامی کمپنی'' قرار دیتے ہیں۔ یہ کمپنی خلیج فارس کے اہل ثروت کے علاوہ دنیا بھر سے سرمایہ حاصل کرتی ہے۔ عالمی بنک کے ماہر مالیات 'پال کولیر' کہتے ہیں کہ فرقہ پرستی اور نسل پرستی پر مبنی اختلافات کو شدت پسند طول دیتے رہتے ہیں۔ اس کے لیے نہ صرف وہ سرمایہ استعمال کرتے ہیں بلکہ انتہا پسندی پر مبنی نعروں اور جان و مال کی قربانیاں دے کر بھی نفرتوں کو بڑھاتے ہیں۔

جہاد کی تحریک اپنے مالی وسائل خود پیدا کرتی ہے۔ پاکستان کی حکومت کے لیے اس سلسلے کو بند کرنا آسان نہیں ہے۔ جہاد کے ساتھ مالی مفادات بھی وابستہ ہو جائیں تو پھر اسے طول دینے ہی کو مناسب سمجھا جاتا ہے۔ کشمیر کی جنگ ختم ہوگئی تو یہ مفادات بھی دفن ہو سکتے ہیں۔

جہاد ایک نشہ ہے

کچھ بے قاعدہ لشکری جہاد کے مالی فوائد سمیٹ رہے ہیں جبکہ دوسرے روحانی اور نفسیاتی طور پر جہاد کو ضروری سمجھتے ہیں۔ ان میں سے بہت سے افغانستان میں جہاد کرنے کے بعد کشمیر میں لڑ رہے ہیں اور وہ اس کے بعد کسی بھی دوسرے مقام کو اپنے جہاد کا نشانہ بنا سکتے ہیں، خواہ یہ پاکستان ہی کیوں نہ ہو۔

جو لڑ کا ۱۹ برس سے جہاد کر رہا ہے وہ اس کے سوا کسی دوسری زندگی کا تصور نہیں کرتا۔ ایسے ہی ایک نوجوان نے بتایا کہ ''ایک شخص اگر ہیروئن کے نشے کا عادی ہو جائے تو وہ اسے ترک کر سکتا ہے لیکن کسی کو جہاد کا نشہ لگ جائے وہ اسے نہیں چھوڑ سکتا۔'' ایک اور مجاہد نے کہا کہ ''اگر بھارت کشمیر چھوڑ بھی دے تو ہم جہاد ختم نہیں کریں گے۔ ہم جہاد کو پاکستان لے آئیں گے جہاں پہلے ہی ملک کو خالص اسلامی ریاست بنانے کی تحریکیں چل رہی ہیں۔ بہت لوگ اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں مگر جانتے نہیں کہ اسلام کیا ہے؟ ہم یہاں طالبان طرز کا اسلام چاہتے ہیں۔'' اس قسم کے جذبات و خیالات مجاہدین میں عام ہیں۔

جہاد کی تحریک ایک روحانی قوت رکھتی ہے جس کا ایک مالی پہلو بھی ہے۔ مدرسے اپنے طلبہ کو اکثر اس جہاد کی تربیت دیتے ہیں یا یہ انتہا پسندی سکھانے کے سکول ہیں جو جہاد کی آڑ میں دہشت گردی سکھاتے ہیں اور اسے اپنی روحانی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ اکثر دولت مند پاکستانی اپنے سرمائے یا اپنی اولاد کو جہاد کے لیے وقف کرنا اپنا مذہبی اور روحانی فریضہ سمجھتے ہیں۔ ایک عورت نے جس کا ایک بیٹا جنگ میں

شہید ہو گیا تھا اس نے مجھے بڑے پر جوش انداز میں بتایا کہ ''اگر اس کے باقی چھ بچے بھی کشمیر کے جہاد میں شہید ہو جائیں تو وہ بہت خوش ہوگی۔ وہ مجھے اگلے جہان میں ملیں گے جو حقیقی زندگی ہے''۔ جب ایک بچہ شہید ہو جاتا ہے تو ہزاروں سوگوار اس کے جنازے میں شرکت کرتے ہیں۔ غریب گھرانے کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے اور جشن کا سماں ہوتا ہے۔ ہر شخص اسے پہلے سے زیادہ عزت واحترام دیتا ہے۔ ایک شہید کے باپ نے کہا کہ جب گاؤں کا ایک بچہ راہ خدا میں شہید ہوتا ہے تو گاؤں کے بے شمار بچوں میں شہادت اور جذبہ جہاد موجزن ہو جاتا ہے۔ گاؤں کی عورت سمجھتی ہے کہ اگر اس کے بچے جہاد کرتے ہوئے شہید نہ ہوئے تو بیماری یا کسی اور مصیبت کا شکار ہو کر مر سکتے ہیں۔ یہ بات اسے اپنے ایک بیٹے کو جہاد میں شرکت پر بھیجنے کے لیے آمادہ کر دیتی ہے۔ ایسے بہت سے خاندان اپنی متعلقہ جہادی تنظیموں سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں۔ جماعت اسلامی پاکستان نے اس مقصد کے لیے شہداء فاؤنڈیشن ۱۹۹۵ء میں قائم کی۔ ان کا دعویٰ ہے کہ وہ اب تک ایک کروڑ ۳۰ لاکھ روپے شہداء کے گھرانوں میں تقسیم کر چکے ہیں اور ۳۶۴ گھرانوں کے قرضے ادا کر کے، کاروبار کرنے میں مدد کر کے یا انہیں رہائش کے لیے مکان فراہم کرنے کی صورت میں ان سے تعاون کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ متعلقہ خاندانوں سے مسلسل رابطہ رکھ کر ان کے نیک کام کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے تاکہ ان کے بھائی بند کشمیر میں لڑنے والے مجاہدین کی امداد کے لیے آگے آئیں۔

لشکر طیبہ اور حرکت المجاہدین نے بھی شہداء کے کنبوں کی امداد کے لیے امدادی فنڈ قائم کیا ہوا ہے۔ اس کی مثال لاس اینجلس کے اندرون شہر اور القاعدہ اور حماس جیسے دہشت گرد گروہوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ یہ فاؤنڈیشین ضرورت مندوں کی امداد کرتی ہیں لیکن جہاد اور ہنگامہ آرائی کا ماحول بھی پیدا کرتی ہیں۔

جرائم پیشہ گروہوں کی شرکت

بے قاعدہ لشکروں کے لیے دہشت گرد گروہ اور غنڈوں کے جتھے بڑے کام کے ہوتے ہیں۔ وہ ان جرائم پیشہ افراد کو اپنے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ خود بھی جرائم کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کو اسلحہ اور بارود لے جانے اور اسے متعلقہ نشانوں کے قریب پہنچانے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسے کام بے قاعدہ لشکریوں کے لیے کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر مارچ

۱۹۹۳ء میں بمبئی سٹاک ایکسچینج کو دھماکے سے اڑانے والے ملزموں نے اعتراف کیا کہ وہ دھماکے سے پہلے اسلام آباد میں باقاعدہ لشکریوں سے بم پھینکنے اور اسلحہ چلانے کی تربیت حاصل کرتے رہے۔ اس گروہ کا مرکز دبئی میں تھا۔ ان کے پاسپورٹوں پر پاکستان کی لگی ہوئی مہریں پاکستان کے ملوث ہونے کے شبہ کو تقویت دیتی ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں نے جہاد کی تحریک میں شامل ہوکر تربیت حاصل کی۔ وہ جہاد سے دلچسپی کم اور اپنے مذموم دہشت گردی کے مقاصد سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے، ایک مقصد مال کمانا بھی تھا۔ جب جرائم پیشہ لوگ نجی لشکروں میں شامل ہوجاتے ہیں تو پھر سیاسی اور اخلاقی دباؤ کے تحت وہ قتل عام اور بڑے حملوں اور امن وامان کی تباہی کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جرائم پیشہ لوگوں کی جہاد میں شمولیت پاکستان کی بدنامی کا باعث بنتی ہے، جو مسئلے کا بنیادی کردار ہے۔ ان گروہوں کو کنٹرول کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ ان کے مقاصد اور ریاست کے مقاصد میں بڑی حد تک مماثلت ہوتی ہے۔

جہاد کی برآمد

پاکستان کا مسئلہ یہ ہے کہ اب یہ گروہ اپنے جہاد کے نظریے کو پوری دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ مدرسہ خدام الدین کے مہتمم کے مطابق ان کے ہاں نیپال، چیچنیا، بنگلہ دیش، افغانستان، یمن، منگولیا اور کویت کے طلبہ تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں۔ سات سو میں سے ۱۲۷ غیر ملکی طلبہ ہیں۔ یہ تعداد دار العلوم حقانیہ کی اس تعداد سے نصف کے برابر ہے جس نے افغانستان کی طالبان تنظیم تشکیل دی تھی۔ یہاں ازبکستان، تاجکستان، روس اور ترکی کے طلبہ بھی تربیت پاتے تھے۔ ۱۰۰ سے ۵۰۰ طلبہ غیر ملکی ہوتے تھے۔ چیچنیا کے طالب علم نے یہاں سے واپسی کے بعد اپنا مقصد روس سے جنگ لڑنا بتایا۔

امریکی دفتر خارجہ کی رپورٹ کے مطابق پاکستان کے یہ گروہ ازبکستان کی اسلامی تحریک کی تعلیم و تربیت کرکے وسطی ایشیا کی لادین حکومتوں کے تختے الٹنا چاہتے ہیں۔ بعض جہادی تنظیمیں بھارت اور مغرب کے خلاف جہاد کرنے کا عزم رکھتی ہیں جو ان کے خیال میں یہودیوں کے زیر اثر ہیں۔ لشکر طیبہ دہلی پر جھنڈا گاڑنے کا اعلان کرتی ہے اور پھر تل ابیب اور واشنگٹن کو سرنگوں کرنا چاہتی ہے۔ لشکر طیبہ کی ایک ویب سائٹ میں ان افراد کی نشاندہی کی گئی ہے جو ان کے خیال میں امریکی انتظامیہ میں کٹر یہودی ہیں، جن میں صدر کلنٹن کے ڈائریکٹر پرسانل روبرٹ ناش اور سی آئی اے کے ڈائریکٹر جارج ٹینیٹ کے

نام بھی شامل ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اسرائیل کشمیر میں بھارت کی مدد کر رہا ہے۔ حرکت کے کمانڈر سے اس کی پسندیدہ کتاب پوچھی گئی تو اس نے ہٹلر کی تاریخ اور سوانح حیات کی طرف اشارہ کیا، اس کے خیال میں ہٹلر سمجھ گیا تھا کہ ''یہودی اور امن کبھی ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔''

ملک کے اندر جہاد

مغرب کے خلاف جہاد ایک نعرے بازی ہے خصوصاً جب گزشتہ دس سال سے پاکستان میں شیعہ سنی فساد جاری ہے۔ تحریک جعفریہ پاکستان شیعہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے قائم کی گئی تھی تاکہ جنرل ضیاء الحق کے دور میں فقہ حنفی کے مطابق قانون سازی اور زکوٰۃ کی تحصیل و تقسیم کے مسائل سے شیعوں کو تحفظ دیا جائے۔ ایران نے ان کی بھرپور مالی امداد کی۔ وہ اس طریقے سے پاکستان میں ایرانی طرز کا انقلاب برپا کرنے کا خواب دیکھتا تھا۔ اس کے پانچ برس بعد جمعیت علماء اسلام (جے یو آئی) سے تعلق رکھنے والے حق نواز جھنگوی نے اس کے مقابلے پر سپاہ صحابہ پاکستان قائم کی تاکہ سنیوں کے مفادات کا تحفظ کیا جائے۔ اسے سعودی عرب اور عراق نے فنڈز جاری کیے اور ہنگامہ آرائی کرنے والے گروہ وجود میں آئے۔ ۱۹۹۹ء میں ایک سنی گروپ لشکر جھنگوی نے وزیر اعظم نواز شریف کو قتل کرنے کی کوشش کی۔ اس کے جواب میں نواز شریف نے انسداد دہشت گردی آرڈیننس کے تحت خصوصی فوجی عدالتوں کی تشکیل کا اعلان کیا۔ اس قانون کو سپریم کورٹ نے کالعدم قرار دے دیا۔ جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالنے کے بعد مذہبی دہشت گردوں کو لگام دینے کی کوششیں جاری رکھی ہوئی ہیں۔ ان اقدامات میں ملک کو اسلحہ سے پاک کرنے کا منصوبہ شامل ہے۔

جنرل پرویز مشرف کا مسئلہ یہ ہے کہ کشمیر اور افغانستان میں جہاد کے فروغ کے ساتھ ملک میں فرقہ وارانہ کشیدگی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔ جمعیت علماء اسلام نے سپاہ صحابہ بھی بنائی اور طالبان اور حرکت بھی قائم کیں۔ دیوبندی مدرسے شیعوں کے خلاف فتوے جاری کرتے ہیں۔ جن طلبہ کو کشمیر میں جہاد کے لیے بھیجا جاتا ہے انہیں شیعہ کافر کہنے کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ جیش محمد اور حرکت المجاہدین اپنی چندہ مہموں میں جمعیت علماء اسلام اور سپاہ صحابہ کے اثر و رسوخ کو استعمال میں لاتے ہیں۔ فرقہ وارانہ ہلاکتوں کے الزام سے رہائی پانے والے سپاہ صحابہ کے ایک کارکن نے بتایا کہ ان کے خاندان کا کوئی نوجوان جہاد کرنا

چاہتا ہے تو وہ طالبان، حرکت، جیش محمد کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے، جو دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں اور سپاہ صحابہ سے قریب ہیں۔ فرقہ وارانہ تشدد میں ۱۹۹۰ء سے اب تک سینکڑوں شہری ہلاک اور زخمی ہو چکے ہیں۔ امریکی عالم ولی نصر شیعہ سنی اختلافات کی وضاحت کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ اختلافات سیاسی نوعیت کے ہیں جو قانون، سماجی تعلق اور حکومت کے اختیار کے بارے میں ہیں۔ پاکستان کی کمزور حکومتوں نے سعودی عرب کی پروردہ سنی اور ایران کی پروردہ شیعہ تنظیموں کو پاکستان میں مرنے مارنے کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے جس سے پاکستان کے شہریوں اور ملک کو زبردست نقصان ہو رہا ہے۔

پاکستان ـــــ ایک کمزور ریاست؟

پاکستان ایک کمزور ریاست ہے، سرکاری پالیسیاں اسے مزید کمزور کر رہی ہیں، اس کی معیشت تباہی سے دوچار ہے، بدعنوان حکمرانوں کا تسلسل اس کے مسائل کی جڑ ہے۔ غربت کے باوجود پاکستان ایسا ملک ہے جو اپنی آمدنی اور وسائل کا بڑا حصہ سکولوں، کالجوں میں تعلیم اور صحت عامہ پر خرچ کرنے کی بجائے اسلحہ، گولہ بارود اور جنگی تیاریوں پر خرچ کرتا ہے۔ بدقسمتی سے اخراجات کم کرنے کے سرکاری اقدامات بے اثر ہیں۔ جنگ اور دفاع پر اخراجات کم کرنے اور بچوں کے لیے سکول کھولنے کی بجائے مدرسوں میں تعلیم دینے کے نتیجے میں ملک میں تشدد اور ہنگامہ آرائی میں اضافہ ہو رہا ہے اور مستقبل میں یہ راستہ پاکستان کے لیے مہلک ثابت ہوگا۔

امریکہ بہرحال سعودی عرب کے ساتھ ہے۔ اس نے سوویت روس کے خلاف جہاد کی پہلی بین الاقوامی تحریک کا آغاز کیا۔ اس نے پاکستان سے کہا ہے کہ اب اس جہاد کو بند کردے اور ان جہادی تنظیموں اور مدرسوں کے خلاف کارروائی کرے۔ ایک پاکستانی افسر نے سوال کیا کہ کیا امریکہ آج ہم سے یہ توقع کرتا ہے کہ ہم ان جہادی تنظیموں کے خلاف کارروائی کرنے اور مدرسوں کو بند کرنے کے لیے اپنے فوجی دستے روانہ کر دیں۔ جہاد ایک نظریے کا نام ہے یہ افغان جنگ کے دوران پروان چڑھا۔ آپ اسے ۲۴ گھنٹے میں ختم نہیں کر سکتے۔

امریکہ اس سلسلے میں جو کر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں سیکولر تعلیم کو عام کرنے میں مدد دے۔ پاکستان کو دی گئی عالمی امداد بدعنوانی کے ذریعے دیگر مقاصد کے لیے استعمال ہو جاتی ہے اس لیے اسے یہ

امداد کتابوں، عمارتوں، اساتذہ، تربیتی پروگراموں کی صورت میں دینی چاہیے۔ پاکستان میں دنیا بھر سے اردو بولنے والے اساتذہ تعینات کیے جائیں، صحافی اور فوجی افسر بھیجے جائیں جوان مقاصد کی حوصلہ افزائی کریں۔ اس سے نہ صرف طلبہ تشدد کے رجحان کا خاتمہ ہوگا بلکہ غربت کے خاتمے میں بھی مدد ملے گی اور ترقی کا عمل بھی تیز ہوگا۔ اس سے پاکستان دنیا کے لیے محفوظ مقام بن سکے گا۔ کشمیر کا مسئلہ پاکستان اور بھارت کے درمیان ایٹمی کشیدگی کا سبب بنا۔ امریکہ اس تنازعہ کے تصفیہ میں مدد کر سکتا ہے لیکن اس کے ساتھ پاکستان کو بھی اپنے طریقہ کار میں تبدیلی کرنی ہوگی۔ کرپشن کا خاتمہ کرنا ہوگا، جمہوری اداروں کو مستحکم کرنا اور تعلیم کو بنیادی اہمیت دینی ہوگی اگر پاکستان نے اپنے ۳۰ فیصد وسائل دفاع پر جاری رکھے تو کچھ بھی نہیں کیا جا سکے گا۔ پاکستان کو متعلقہ لشکروں کی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی جن کی قوت اور وسائل پورے علاقے کے استحکام کے لیے خطرہ بنے ہوئے ہیں۔ ان کی مسلسل حمایت اور تعاون ظاہر کرتا ہے کہ پاکستان کو خود اپنے سماجی ڈھانچے میں تشدد کے رجحانات داخل ہونے کا احساس نہیں ہے۔ اسے اس پر غور کرنا چاہیے۔

[جیسیکا سٹرن ہارورڈ یونیورسٹی کے کینیڈی سکول آف گورنمنٹ میں پڑھاتی ہیں اور امریکی خارجہ امور کی کونسل کی بھی ایڈجنکٹ فیلو ہیں]